بلاک (۲)

اکائی (۲) الاقتباس القرآنی

مشمولات

2.1 تمہید

2.2 اغراض ومقاصد

2.3 متن سبق

2.4 صاحب متن کا تعارف

2.5 متن کا ترجمہ

2.6 لغوی تحقیق

2.7 ادبی صنف کا تعارف

2.7.1 صنف کی ہیئت وصورت

2.8 متن سبق کا موضوع

2.9 متن سبق کی توضیح وتشریح

2.9.1 شانِ نزول

2.9.2 صحابہ میں کوئی فاسق نہیں

2.9.3 معاشرے کوامن کا گہوارہ بنانا

2.9.4 شانِ نزول

2.9.5 معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہو

2.9.6 شانِ نزول

2.9.8 مذاق اڑانے کی شرعی ممانعت

2.9.9 طعنہ دینے کی مذمت

2.9.10 بدگمانی کے شرعی حکم

2.9.11 عیب تلاش کرنے کی ممانعت

2.9.12 عیب چھپانے کی فضیلت

2.9.12 انسان کی عزت وحرمت کی حفاظت میں تعلیمات قرآن کا کردار

2.9.13 نسب کے ذریعے فخر وتکبر کرنے کی مذمت

2.9.14 عزت وشرف کا معیار پرہیزگاری ہے
2.10 متن کی خصوصیات
2.11 اسلوبی خصوصیات
2.12 خلاصہ
2.13 نمونے کے امتحانی سوالات
2.14 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

2.1 تمہید

قرآنِ کریم اس ربِ عظیم عزوجل کا بے مثل کلام ہے، اس نے اپنا یہ کلام سید المرسلین، تاجدارِ کائنات، حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا تا کہ اس کے ذریعے آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم انسانوں کو گناہوں کے تاریک راستوں سے نکال کر صحیح اور مستقیم راستے کی طرف ہدایت دیں اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی کی راہیں آسان فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں قرآن مجید ہر نافع علم پر مشتمل ہے یعنی اس میں گزشتہ واقعات کی خبریں اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم موجود ہے، ہر حلال و حرام کا حکم اس میں مذکور ہے، اور اس میں ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی لوگوں کو اپنے دنیوی، دینی، معاشی اور اخروی معاملات میں ضرورت ہے۔ نزولِ قرآنِ مجید کی ابتدا رمضان کے بابرکت مہینے میں ہوئی اور روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں اسے لانے کا شرف حاصل ہوا، اور شبِ معراج کچھ آیات بلا واسطہ بھی عطا ہوئیں قرآنِ مجید کو دنیا کی فصیح ترین زبان یعنی عربی زبان میں نازل کیا گیا تا کہ لوگ اسے سمجھ سکیں اور عرب کے رہنے والوں اور کفارِ قریش کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم اس کلام کو سن کر کیا کریں گے جسے ہم سمجھ ہی نہیں سکتے قرآن مجید کو حالات و واقعات کے حساب سے تھوڑا تھوڑا کر کے تقریبا 23 سال کے عرصے میں اسے نازل کیا گیا تا کہ اس کے احکام پر عمل کرنا مسلمانوں پر بھاری نہ پڑے اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے قلب اطہر کو مضبوطی حاصل ہو، اور یہ اللہ تعالی کا اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی امت پر بہت بڑا احسان ہے۔

کسی سورت کی کچھ آیتیں نازل ہوتیں پھر دوسری سورت کی کچھ آیتیں اترتیں، پھر پہلی سورت کی آیتیں نازل ہوتیں، حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہر بار ارشاد فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت کی ہیں لہذا اسے فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے رکھا جائے، چنانچہ وہ آیات اسی سورت میں اور اسی جگہ پر رکھ دی جاتیں۔ اسی ترتیب کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ نماز میں اور تلاوت کے دوران قرآنِ مجید پڑھتے۔

اس دور میں سارا قرآنِ عظیم کتابی شکل میں ایک جگہ جمع نہیں تھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے سینوں میں محفوظ تھا اور متفرق کاغذوں، پتھر کی تختیوں، بکری دنبے کی کھالوں، اونٹوں کے شانوں اور پسلیوں کی ہڈیوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا۔ آخر کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جمع قرآن کی رائے پسند آ گئی، جس کا اظہار حضرت عمر میں جنگ یمامہ میں دس ہزار حفاظ کے انتقال کے بعد فرمایا تھا اور آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت زید بن ثابت انصاری اور دیگر حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو اس عظیم اور اہم ترین کام کا حکم دیا اور کچھ ہی عرصے میں الحمدللہ سارا قرآنِ عظیم ایک جگہ جمع ہو گیا، ہر سورت ایک جدا صحیفے میں تھی اور وہ صحیفے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی حینِ حیات آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس رہے، ان کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس رہے۔

عرب میں چونکہ بہت سے قبیلے رہتے تھے اور ہر قوم اور قبیلے کی زبان کے بعض الفاظ کا تلفظ اور لہجے مختلف تھے، اس لئے اللہ تعالی کے حکم سے ان پر یہ آسانی فرما دی گئی تھی کہ عرب میں رہنے والی ہر قوم اپنی طرز اور لہجے میں قرآنِ مجید کی قراءت کرے اگرچہ قرآنِ مجید لغت قریش پر نازل ہوا تھا۔ زمانہ نبوت کے بعد چند مختلف قوموں کے بعض افراد کے ذہنوں میں یہ بات جم گئی کہ جس لہجے اور لغت میں ہم پڑھتے ہیں اسی میں قرآنِ کریم نازل ہوا ہے، اس طرح کوئی کہنے لگا کہ قرآن اس لہجہ میں ہے اور کوئی کہنے لگا نہیں بلکہ دوسرے لہجے میں ہے،؟ چنانچہ امیر المومنین حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے مشورے کے مطابق یہ طے پایا کہ اب ہر قوم کو اس کے لب و لہجہ کی اجازت میں مصلحت نہ رہی بلکہ اس سے فتنہ اٹھ رہا ہے لہذا پوری امت کو خاص لغتِ قریش پر جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے جمع کر دینا اور باقی لغتوں سے باز رکھنا چاہئے اور حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو صحیفے جمع فرمائے تھے وہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منگوا کر ان کی نقلیں لی جائیں اور تمام سورتیں ایک مصحف میں جمع کر دی جائیں، پھر وہ مصاحف اسلامی شہروں میں بھیج دیئے جائیں اور سب کو حکم دیا جائے کہ وہ اسی لہجے کی پیروی کریں۔ چنانچہ اسی درست رائے کی بنا پر امیر المومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے وہ صحائف منگوائے اور ان کی نقلیں تیار کر کے تمام شہروں میں بھیج دی گئیں۔ اسی عظیم کام کی وجہ سے امیر المومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

اس لئے قرآنِ مجید کی وہ اصطلاحات جن کے معنی ومفہوم کو قرآن اور صاحبِ قرآن کی وضاحت کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے جیسے ایمان، اسلام، نفاق، شرک، کفر، روح، نفس، بعث، صلوۃ، زکوۃ، حج، صوم، ربا، صدقہ اور انفاق وغیرہ، ان سب کا معنی نہ تو عربی لغت سے متعین کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی سمجھا جاسکتا ہے بلکہ ان کے معنی ومفہوم کے تعین کے لئے حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی طرف رجوع کرنا بہر صورت لازمی ہے اور ان کا جو معنی و مفہوم آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اسے بلا تردد تسلیم کرنا ضروری ہے اور جو لوگ قرآنِ مجید کی ان اصلاحات کے معاملے میں صراطِ مستقیم سے بہک گئے ان کے بہکنے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے وحیِ ربانی کی بجائے لغتِ عرب کے ذریعہ سمجھنے کا دعوی کر رہے تھے۔

2.2 اغراض ومقاصد

آیئے ہم قرآن کریم کی 114 سورتوں میں سے ایک سورۃ سورہ حجرات کی ابتدائی آیات اس یونٹ میں پڑھینگے اور قرآن مجید کے آفاقی علوم اور اس کی فصاحت وبلاغت ومنفرد اسلوب کے سمندر سے چند قطرات کو سمونے کی کوشش کرینگے۔

قرآن درحقیقت زندگی اور بندگی کے اصول اور آداب سکھانے اور بتانے کیلئے نازل کیا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا کلیدی مقصد بھی یہی تھا کہ انسان کو اسکی زندگی کے مقصد سے آگاہ کیا جائے اور اسکو حقیقی انسان بنایا جائے۔ سورہ حجرات میں انہی تعلیمات کی طرف بلیغ انداز میں اشارہ کیا گیا ہے خاص طور پر معاشرے کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے اس سورہ کی اہم تعلیمات ملاحظہ ہو:

- ☆ خبر کی خوب تحقیق کر لیا کرو۔
- ☆ مسلمانوں کے درمیان صلح کراؤ۔
- ☆ انصاف سے کام لیا کرو۔
- ☆ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑایا کرو۔
- ☆ ایک دوسرے کو طعنے نہ دیا کرو۔
- ☆ ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔
- ☆ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔
- ☆ کسی کی ٹوہ میں نہ لگو۔
- ☆ بدگمانیوں سے بچو وغیرہ۔

2.3 متن سبق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (1) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا

تَشْعُرُونَ (2) إِنَّ الَّـذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُم مَّغْفِرَةٌ
وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (3) إِنَّ الَّـذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ(4) وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ
إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (5) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً
بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (6) وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ
وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُوْلَئِكَ هُمُ
الرَّاشِدُونَ (7) فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (8) وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا
فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا
بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (9) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُونَ (10) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ
عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ
يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (11) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا
وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ
(12) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ
أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (13)۔

2.4 صاحب متن کا تعارف

قرآنِ کریم اس ربِ عظیم عزوجل کا بے مثل کلام ہے، جو ساری کائنات کا تنہا خالق اور حقیقی مالک ہے، وہی تمام جہانوں کو پالنے والا اور پوری کائنات کے نظام کو مربوط ترین انداز میں چلانے والا ہے، دنیا وآخرت کی ہر بھلائی حقیقی طور پر اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور وہ جسے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے جس چیز سے چاہے محروم کر دیتا ہے، وہ جسے چاہے عزت دیتا اور جسے چاہے ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیتا ہے۔ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا اور جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور اس نے اپنا یہ کلام سید المرسلین، تاجدارِ کائنات، حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا تاکہ اس کے ذریعے آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم انسانوں کو گناہوں کے تاریک راستوں سے نکال کر صحیح اور مستقیم راستے کی طرف ہدایت دیں اور ان کے لئے دنیا وآخرت میں فلاح وکامرانی کی راہیں آسان فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں قرآن مجید ہر نافع علم پر مشتمل ہے یعنی اس میں گزشتہ واقعات کی خبریں اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم موجود ہے، ہر حلال وحرام کا حکم اس میں مذکور ہے، اور اس میں ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی لوگوں کو اپنے دنیوی، دینی، معاشی اور اخروی معاملات میں ضرورت ہے۔ حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ، اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی کی کتاب، جس میں تمہارے اگلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں، قرآن فیصلہ کن ہے اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ جو ظالم اسے چھوڑ دے گا اللہ تعالی اسے تباہ کر دے گا اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اللہ تعالی اسے گمراہ کر دے گا، وہ اللہ تعالی کی مضبوط رسی اور وہ حکمت والا ذکر ہے، وہ سیدھا راستہ ہے، قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خواہشات بگڑتی نہیں اور جس کے ساتھ دوسری زبانیں مل کر اسے مشتبہ ومشکوک نہیں بنا سکتیں، جس سے علماء سیر نہیں ہوتے، جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا، جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے،

قرآن ہی وہ ہے کہ جب اسے جِنات نے سنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو اچھائی کی رہبری کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے ،جو قرآن کا قائل ہو وہ سچا ہے، جس نے اس پر عمل کیا وہ ثواب پائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ منصف ہوگا اور جو اس کی طرف بلائے گا وہ سیدھی راہ کی طرف بلائے گا۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن)

اللہ تعالیٰ سب عالم کا خالق اور صانع ہے پس جس طرح اس کی ذات کسی کے ساتھ مشابہ اور کسی کی مانند نہیں ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے، ''لیس کمثلہ شی ء'' یعنی کوئی اس کی مثل نہیں؛ بلکہ سب سے الگ ہے، اسی طرح اس کے اوصاف بھی کسی کے اوصاف کے ساتھ مشابہ اور مانند اور متحد الحقیقت نہیں، پس اس کی زندگی ہماری زندگی کی طرح نہیں اور اس کی قدرت اور اس کا ارادہ اور علم بھی ہماری قدرت اور علم سے مشابہ نہیں اور اس کا سننا اور دیکھنا اور کلام کرنا بھی ہمارے سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے غیر ہے۔ وہ کسی کا کسی چیز میں محتاج نہیں، اپنی ذات اور صفات اور کسی کار میں وہ کسی کا محتاج نہیں؛ کیوں کہ اس کی ذات اور صفات کے علاوہ سب عالم میں داخل ہے اور کل عالم اس کا محتاج ہے۔ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور کوئی ہمسر نہیں۔

2.5 متن کا ترجمہ

اے ایمان والو! (کسی بھی معاملہ میں) اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو، ڈرتے رہو بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ ا۔ اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے چلا کر بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو چلا کر نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے (نیک) اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ ۲۔ جو لوگ پیغمبر الٰہی کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے چنلیا ہے ان کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔ ۳۔ جو لوگ تم کو حجروں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ ۴۔ اور اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ ۵۔ مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔ ۶۔ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت عطا کی اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔ ۷۔ (یہ سب) اللہ کے فضل اور احسان سے ہے اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ ۸۔ اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادہ کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے پس جب وہ رجوع کرے تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ۹۔ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ۱۰۔ اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ ۱۱۔ اے اہلِ ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ کا ڈر رکھو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ ۱۲۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔ ۱۳

2.6 لغوی تحقیق

اٰمنوا	ایمان سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب	وہ ایمان لائے
لَا تُقَدِّمُوا	تقدیم سے جس کے معنی آگے بڑھنے کے ہیں فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر	آگے مت بڑھو
لَا تَرْفَعُوْا	رفع سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر	آوازوں کو بلند مت کرو
اَصْوَاتَکُمْ	صوت کی جمع جس کے معنی آواز کے ہیں، أصوات مضاف کم ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ	تمہاری آواز
لَا تَجْھَرُوْا	جَھْرٌ سے فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر جَھْرٌ کا استعمال کبھی کھلم کھلا دیکھنے کے لئے ہوتا اور کبھی بلند آواز سے بولنے کے لئے	چلا کر مت بولو
اَنْ تَحْبَطَ	(سمع) حَبْطٌ جس کے معنی مٹنے اور اکارت ہو جانے کے ہیں	کہ ضائع ہو جائے
لَا تَشْعُرُوْنَ	شعور سے جسکے معنی بذریعہ حس جاننے کے ہیں، فعل مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر	تمہیں خبر نہ ہو
یَغُضُّوْنَ	غض مصدر (نصر) سے جسکے معنی جھکانے اور نیچا کرنے کے ہیں فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب	نیچی آواز سے بولتے ہیں
یُنَادُوْنَکَ	مناداۃ مصدر (مفاعلۃ) سے مضارع معروف کا صیغہ جمع مذکر غائب، ک ضمیر واحد مذکر حاضر	تمکو آواز دیتے ہیں
اَلْحُجُرَاتِ	حجرۃ (گھروں کی چاردیواری) کی جمع	کمرے
تَخْرُجَ	خروج (نکلنا) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر	تم خود نکلتے
فَاسِقٌ	اسم فاعل واحد مذکر فِسْقٌ اور فُسُوْقٌ مصدر، فسوق کے لغوی معنی کھجور کا اپنے چھلکے کے اندر سے باہر نکل آنا اصطلاح شریعت میں حدود شریعت سے نکل جانا، اللہ کی اطاعت سے خارج ہونے والا	نافرمان/بدکار
فَتَبَیَّنُوْا	تبیّنٌ جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر	تم تحقیق کر لو، تم کھول لو
تُصِیْبُوْا	اِصابۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر	تم جا پڑو، تم پہنچاؤ
فَتُصْبِحُوْا	اصباح سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، عامل کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا	پس تم ہو جائے
نَادِمِیْنَ	واحد نادمٌ پشیمان، اسم فاعل جمع مذکر منصوب نکرہ	پشیمان/شرمندہ ہونے والے
یُطِیْعُکُمْ	طوع (مادہ) اطاعۃ (مصدر) سے جسکے معنی حکم ماننے کے ہیں مضارع واحد مذکر غائب کم ضمیر مفعول	وہ تمہاری اطاعت کرے
طَائِفَتَانِ	طائفۃ کا تثنیہ بحالت رفع	دو گروہ، دو جماعتیں
فَاَصْلِحُوْا	اصلاح سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر	تم صلح کرا دو، تم ملاپ کرا دو
لَا یَسْخَرْ	سَخَرٌ مصدر (سمع) سے نہی کا صیغہ واحد مذکر غائب	مذاق نہ بنائے
امتحن	امتحانٌ جس کے معنی آزمانے اور جانچنے کے ہیں سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب	آزمایا
و لا تلمزوا	(ضرب) لمزٌ جس کے معنی عیب چینی کرنے اور عیب لگانے کے ہیں سے فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر	اور نہ عیب لگاؤ
و لا تنابزوا	تنابزٌ (آپس میں برا نام نکالنا اور ایک دوسرے کو چڑانا) یہاں چونکہ لا نہی ہے اس لئے فعل نہی ہے	اور نہ باہم چڑاؤ
بالألقاب	لـقـب کی جمع: لـقـب کی دو قسمیں ہے ایک وہ جو عزت و شرف کے اعتبار سے ہو، دوسرے وہ جو برے القاب سے چڑانے کے لئے رکھدیا جائے یہاں دوسری قسم مراد ہے	

و لا تجسسوا	تجسّس (جاسوسی کرنا، کھوج لگانا) سے فعل نہی جمع مذکر حاضر	اور نہ ایک دوسرے کی ٹٹول میں رہو
و لا یغتب	اغتیابٌ (مصدر) باب افتعال سے واحد مذکر غائب نہی	پس پشت برا نہ کہے
شعوبا	شعبٌ کی جمع (شعب وہ ایک برادری ہے جو شاخ در شاخ پھیل گئی ہو، عرب میں قبیلہ کی تدریجی تقسیم کثرت ذاتیں رشاخیں سے قلت کی طرف حسب ترتیب ہے: پہلے شَعْبٌ پھر قَبِیلَۃٌ پھر عَمَارَۃٌ پھر بَطْنٌ تھر فَخِذٌ پھر فَصِیلَۃٌ)	
قبائل	جمع قبیلۃ (اس گروہ کو کہتے ہیں جو ایک ہی باپ کی نسل ہو)	قبیلے

2.7 ادبی صنف کا تعارف

قرآن کریم جہاں رعنائی خیال اور بلندی مضامین ومقاصد پر مشتمل ہے، اسی طرح دلکش اور موثر اسلوب اور حسین وجمیل طرز بیان بھی قرآن کا خصوصی وصف ہے، بلکہ بسا اوقات بلند اور نادر مضامین بھی بھونڈے اور فرسودہ پیرایہ بیان کی وجہ سے اپنی تاثیر کھو دیتے ہیں اس کے برعکس بعض پامال اور معمولی باتیں بھی اپنی جادو بیانی اور جدت ادا کی وجہ سے معجز نما بن جاتی ہیں۔قرآنِ پاک جو عربی ادب کا بے بدل اور لازوال نمونہ ہے اس کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ بلند معانی اور الہامی تعلیمات کے ساتھ اس نے وہ اسلوب بیان اختیار کیا جس کی نظیر پیش کرنے سے اہل عرب عاجز رہ گئے۔قرآن سے پہلے عربوں کے یہاں یا تو شعر تھا یا پھر نثر میں کاہنوں کے اقوال تھے جن میں لفظی صناعی نمایاں ہوتی تھی۔اثر یا تو شعر کا مسلم تھا یا جادو کا۔معانی کے لحاظ سے کاہنوں کے اقوال بالکل ہی کھوکھلے اور اشعار تعقل وتدبر سے عاری ہوتے تھے۔جب قرآن سامنے آیا تو سب حیران رہ گئے کہ اس کو کس صنف میں داخل کیا جائے۔ناقابل انکار تاثیر کا خیال کرتے تو اس کو شعر یا سحر کے خانے میں رکھ دیتے حالانکہ قرآن کا شعر یا سحر نہ ہونا ایک بدیہی بات تھی۔نثر کی ظاہری شکل پر نظر جاتی تو قولِ کاہن کے علاوہ اور کوئی دوسری صنف ہی نہ تھی۔دراصل قرآن نے اپنی بات کو پیش کرنے کے لیے جو وسیلہ اختیار کیا اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں نہ تو بحر ہے نہ وزن ہے اور نہ قافیہ کا التزام۔وہ سجع کے اس بوجھ سے بھی آزاد ہے جو کاہنوں کے کلام میں پایا جاتا ہے۔وہ اپنے سادہ اسلوب میں دل میں اتر جانے والی تاثیر رکھتا ہے۔قرآن کا قالب نثری ہے جو چھوٹے چھوٹے گٹھے ہوئے جملوں پر مشتمل ہے۔ایسے جملے کہ ان کو ملا کر پڑھتے وقت وہ نغمہ اور صوت کے لحاظ سے ایک دوسرے کی نظیر معلوم ہوتے ہیں۔اس نے نظم وترتیب اور اجمال وتفصیل کا وہ بہترین نمونہ پیش کیا کہ اہلِ عرب دنگ رہ گئے، ہر شاعر اور ادیب کی فصاحت وبلاغت کا ایک مخصوص میدان ہوتا ہے۔اس میدان کا مرد دوسرے میدان میں بالکل ناکام ثابت ہوتا ہے مثلاً عربی میں امرؤالقیس رزم وبزم، اور غزل کا امام ہے۔اس سے خوف وہیبت کا مضمون ادا نہیں ہوسکتا، یہ تو نابغہ ذبیانی کا کام ہے۔لیکن نابغہ سے حسن طلب نہیں ہوسکتا یہ تو اعشیٰ کا کام ہے۔زہیر رغبت وامید میں بے نظیر ہے۔لیکن قربان جایئے قرآن کے اسلوب پر ہر مضمون کو بلیغانہ وفصیحانہ اسلوب میں بیان کرتا ہے خواہ وہ ترغیب وترہیب ہو، یا رزم وبزم، جنت وجہنم کا بیان ہو یا پھر دنیا کی مذمت کا ذکر، انبیا وصالحین کے کردار کا تذکرہ ہو یا پھر گزرے ہوئے سرکشوں اور باغیوں کی عبرت آموز داستانِ حیات، ہر ایک کو اسی مضمون کے مناسب جوش وخروش اور پر شوکت و پر عظمت لفظ ونظم میں بیان کرتا ہے۔پھر مخاطب بھی ہر قسم کے ہیں۔اعلی درجے کے ماہرین فنون بھی، تو متوسط طبقہ کے فصیح وبلیغ نیز الھڑ قسم کے انسان بھی، قرآن کریم باوجود کہ بیان کی جملہ اقسام پر مشتمل ہے لیکن اس کے تینوں قسموں کے مخاطب بیک وقت متاثر ہوتے ہیں اور ہر کوئی سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ قرآن کا اصل خطاب اسی سے ہے۔

2.7.1 صنف کی ہیئت وصورت

قرآن کریم نہایت معجز کلام ہے، اس کا اعجاز اس کے ہر ہر لفظ میں نظر آتا ہے، اعجاز کے جتنے پہلو ہیں، بلاغت، فصاحت، حذف، واختصار، معانی ومطالب کی اثر انگیزی اور ترکیب اور بناوٹ کا حسن، صوتی ہم آہنگی یہ سارے اوصاف قرآن کریم کے تمام ہی سورتوں میں علی وجہ الاکمل پائے جاتے

ہیں، اختصار اور ایجازِ قرآن کریم کے اسلوب کا امتیازی وصف ہے۔ اور اس وصف میں اس کا اعجاز نہایت نمایاں ہے، قرآن کریم چونکہ قیامت تک کے ہر زمانے کی رہنمائی کے لیے آیا ہے، اس لیے اس نے مختصر جملوں میں وہ وسیع مضامین سمیٹ دیئے ہیں کہ ہر دور اور ہر زمانے میں اس سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہیں۔ چودہ سو سال گزر جانے پر بھی اس کے مضامین پرانے نہیں ہوئے، اس عرصے میں انسانی زندگی نے کتنے پلٹے کھائے، کیسے کیسے عظیم انقلابات رونما ہوئے، لیکن قرآن کریم سدا بہار رہا اور رہے گا۔ وہ تاریخ کی کتاب نہیں، مگر تاریخ کا مستند ترین مآخذ ہے، وہ سیاست و قانون کی کتاب نہیں، لیکن اس نے چند مختصر جملوں میں سیاست اور جہاں بانی کے وہ اصول بیان فرما دیئے ہیں، جو رہتی دنیا تک انسانیت کی رہنمائی کریں گے۔ وہ فلسفہ اور سائنس کی کتاب نہیں، لیکن اس نے فلسفہ اور سائنس کے بہت سے عقدے کھول دیئے ہیں۔ وہ معاشیات اور عمرانیات کی کتاب نہیں، لیکن دونوں موضوعات پر اس نے اختصار کے ساتھ ایسی جامع ہدایات دیدی ہیں کہ دنیا کے علوم وفنون سینکڑوں ٹھوکریں کھانے کے بعد آج ان کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ قرآن کے خوبصورت نغموں کی آواز ایسی ایجاد کرتی ہے کہ جو کانوں کو بھلی لگتی ہے، بہت سے عیسائی عربوں نے قرآن کے انداز کی تعریفیں کی ہیں اور مستشرقین میں سے بھی جو عربی سے آشنا تھے انہوں نے قرآن کی فصاحت و لطافت اور ظرافت کو بہت سراہا ہے، جب قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی خاص جاذبیت سننے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، یہ قرآن کی مٹھاس اور دلنشین نغمای آواز ہی تو تھی جس نے سرزنش کرنے والی آوازوں کو خاموش کرا دیا اور شریعت رسولؐ کے جسم میں روح پھونک دی اور اسے ناقابلِ تقلید بنا دیا، وسیع عربی نظم ونثر اور عرب ادبیات کے دامن میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قرآن سے بلند پایہ اور پرمایہ کتاب موجود نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا عظیم اثر موجود ہے کہ جس کا موازنہ قرآن سے کیا جا سکے، قرآن کے عرب وغیر عرب پر اس حد تک گہرے اثرات ہیں کہ وہ اس کے سامنے بے اختیار نظر آتے ہیں۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس کا لفظ لفظ اعجاز سے بھرا ہوا ہے، دنیا میں بسنے والے ہر ہر انسان کو اس میں خطاب کیا گیا ہے اور ہر ایک کی ذہنی سطح کا اس میں خیال رکھا گیا ہے، اس کی مختلف آیتوں اور مختلف سورتوں میں انسان کی رہنمائی کا پورا سامان موجود ہے، اس کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا گیا، کوئی بھی اگر کھلے دل سے اس کا مطالعہ کرتا ہے تو خواہ وہ ہدایت سے کتنا ہی دور ہو، حقائق اس کے سامنے کھلنے لگتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ اپنے پیدا کرنے والے سے قریب ہوتا جاتا ہے، اس کی تلاوت قربِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اس میں زندگی کا جو دستور دیا گیا ہے وہ پوری دنیا کے لیے سلامتی اور ترقی کا ضامن ہے، سماجی واخلاقی نظام جو اس میں بنایا گیا ہے وہ کسی بھی سماج کے لیے منارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔

سورہ حجرات جو صرف اٹھارہ آیتوں پر مشتمل ہے، سماج کے لیے ایک عظیم رہبر سورہ ہے، جس میں عقیدہ واخلاق کی تعلیمات کے ساتھ انسانی حقائق کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ عقل پر سے پردے ہٹتے چلتے جاتے اور ایسے بلند آفاق سامنے آتے ہیں جن کی طرف انسانی عقل کی رسائی بغیر رہبری کے ممکن نہیں تھی، اس میں دل کی غذا اور روح کی شفا کا ایسا سامان موجود ہے کہ اگر اس کو اختیار کر لیا جائے تو سکون واطمینان کی حقیقی دولت انسان کو نصیب ہوتی ہے۔

اس میں دنیا کے قیام و بقا اور صلاح کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں اور اس پھر اس کو باقی رکھنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے اور ایسے صاف ستھرے سماج کی تشکیل کی گئی ہے جو اشرف المخلوقات کے لیے ضروری ہے اور اس پر اس کی کامیابی کا انحصار ہے۔

2.8 متن سبق کا موضوع

اس سورت کا موضوع مسلمانوں کو ان آداب کی تعلیم دینا ہے جو اہل ایمان کے شایان شان ہیں۔ ابتدائی پانچ آیتوں میں ان کو وہ ادب سکھایا گیا ہے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول کے معاملے میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔ پھر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ہر خبر پر یقین کر لینا اور اس پر کوئی کارروائی کر گزرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر کسی شخص یا گروہ یا قوم کے خلاف کوئی اطلاع ملے تو غور سے دیکھنا چاہیے کہ خبر ملنے کا ذریعہ قابل اعتماد ہے یا نہیں۔ قابل اعتماد نہ ہو تو اس پر

کارروائی کرنے سے پہلے تحقیق کر لینا چاہیے کہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ اگر کسی وقت مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اس صورت میں دوسرے مسلمانوں کو کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔پھر مسلمانوں کو ان برائیوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فساد برپا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، ایک دوسرے پر طعن کرنا، ایک دوسرے کے برے برے نام رکھنا، بدگمانیاں کرنا، دوسرے کے حالات کی کھوج کرید کرنا، لوگوں کو پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرنا، یہ وہ افعال ہیں جو بجائے خود بھی گناہ ہیں اور معاشرے میں بگاڑ بھی پیدا کرتے ہیں۔اللہ تعالی نے نام بنام ان کا ذکر فرما کر انہیں حرام قرار دے دیا ہے۔اس کے بعد قومی اور نسلی امتیازات پر ضرب لگائی گئی ہے جو دنیا میں عالمگیر فسادات کے موجب ہوتے ہیں۔قوموں اور قبیلوں اور خاندانوں کا اپنے شرف پر فخر و غرور اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنا اور اپنی بڑائی قائم کرنے کے لیے دوسروں کو گرانا، ان اہم اسباب میں سے ہے جن کی بدولت دنیا ظلم سے بھر گئی ہے۔اللہ تعالی نے ایک مختصر سی آیت فرما کر اس برائی کی جڑ کاٹ دی ہے کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں اور قوموں اور قبیلوں میں ان کا تقسیم ہونا تعارف کے لیے ہے نہ کہ تفاخر کے لیے اور ایک انسان پر دوسرے انسان کی فوقیت کے لیے اخلاقی فضیلت کے سوا اور کوئی جائز بنیاد نہیں ہے۔

2.9 متن سبق کی توضیح وتشریح

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوالَا تُقَدِّمُوا .... :اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی قول اور فعل میں اصلاان سے آگے نہ بڑھنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ آگے بڑھنا رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ادب واحترام کے خلاف ہے جبکہ بارگاہِ رسالت میں نیاز مندی اور آداب کا لحاظ رکھنا لازم ہے اور تم اپنے تمام اقوال وافعال میں اللہ تعالی سے ڈرو کیونکہ اگر تم اللہ تعالی سے ڈرو گے تو یہ ڈرنا تمہیں آگے بڑھنے سے روکے گا اور ویسے بھی اللہ تعالی کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو جانتا ہے اور جس کی ایسی شان ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو روایات درج ذیل ہیں:

(1) چند لوگوں نے عیدالاضحیٰ کے دِن سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔(مدارک، حجرات:۱،ص:۱۱۵۰-۱۱۴۹)

آیت: لَا تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں:

(1) اللہ تعالی کی بارگاہ میں سیدالمرسلین صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کی بارگاہ کے آداب اللہ تعالی نے ارشاد فرمائے ہیں۔

(2) اس آیت میں اللہ تعالی اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم دونوں سے آگے نہ بڑھنے کا فرمایا گیا حالانکہ اللہ تعالی سے آگے ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وہ نہ زمانہ میں ہے نہ کسی مکان میں اور آگے ہونا یا زمانہ میں ہوتا ہے یا جگہ میں، معلوم ہوا کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے آگے نہ بڑھو، ان کی بے ادبی دراصل اللہ تعالی کی بے ادبی ہے۔

(3) حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت کی بنا پر آپ سے اجازت لے کر آگے بڑھنا اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، لہٰذا احادیث میں جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے آگے آگے چلنا مذکور ہے وہ اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ ان کا چلنا خادم کی حیثیت سے تھا، یونہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا امامت کروانا بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ

آپ کا یہ عمل حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی اجازت سے تھا۔

(4) علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: علماء کرام چونکہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے وارث ہیں اس لئے ان سے آگے بڑھنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور اس کی دلیل حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی وہ روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا اے ابودرداء! کیا تم اس کے آگے چلتے ہو جو تم سے بلکہ ساری دنیا سے افضل ہے۔ (روح البیان ۱،۹/۲۶)

یاد رہے کہ یہ ادب ان علماءِ کرام کے لئے ہے جو اہلِ حق اور باعمل ہیں کیونکہ یہی علماء درحقیقت انبیاءِ کرام علیہم الصلو والسلام کے وارث ہیں جبکہ بدمذہبوں کے علماء اور بے عمل عالم اس ادب کے مستحق نہیں ہیں۔

(5) بعض ادب والے لوگ بزرگوں یا قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرتے، ان کے اس عمل کا ماخذ یہ آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ..... : اے ایمان والو ! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔

اس آیتِ مبارکہ میں بھی اللہ تعالی نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم کے دو عظیم آداب سکھائے ہیں، پہلا ادب یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم تم سے کلام فرمائیں اور تم ان کی بارگاہ میں کچھ عرض کرو تو تم پر لازم ہے کہ تمہاری آواز ان کی آوز سے بلند نہ ہو بلکہ جو عرض کرنا ہے وہ آہستہ اور پست آواز سے کرو۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم کو ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو بلکہ تمہیں جو عرض کرنا ہو وہ ادب و تعظیم اور توصیف و تکریم کے کلمات اور عظمت والے القاب کے ساتھ عرض کرو جیسے یوں کہو: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم، یانبی اللہ! صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم، کیونکہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کی تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ (قرطبی: ۲،۸/۲۲۰)

مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے چند روایات درج ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: دو بہترین حضرات ہلاک ہونے کے قریب جا پہنچے تھے، ہوا یوں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم کی بارگاہ میں اس وقت اپنی آوازیں اونچی کر دی تھیں جب بنو تمیم کے سوار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، ان میں سے ایک صاحب نے بنی مجاشع کے بھائی اقرع بن حابس کی طرف اشارہ کیا کہ انہیں ان کی قوم کا حاکم بنا دیا جائے اور دوسرے نے ایک اور شخص کی جانب اشارہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا: آپ یہ کہہ کر میری مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: میں تو آپ کی مخالفت کرنا نہیں چاہتا۔ یہ گفتگو کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہوگئیں، اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ (بخاری، کتاب التفسیر: ۳۳۱/۳، حدیث: ۴۸۴۵)

صحیح بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما سے یہی واقعہ مروی ہے، البتہ اس کے آخر میں یہ ہے کہ اس گفتگو کے دوران ان کی آوازیں بلند ہوگئیں تو اس معاملے میں یہ آیت نازل ہوئی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا یہاں تک کہ آیت وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ تک پوری ہوگئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر ۳۳۲/۳، حدیث: ۴۸۴۷) اس صورت میں اس شانِ نزول کا تعلق آیت نمبر 1 اور 2 دونوں سے ہے۔

(2) دوسرا شانِ نزول یہ بیان ہوا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم کی بارگاہ میں منافقین اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان

اس معاملے میں ان کی پیروی کریں، اس پر مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے منع کر دیا گیا تا کہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں (قرطبی:۲،۸/۲۲۰، الجزالسادس عشر)

نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہو جس پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو، عین ممکن ہے کہ پیش بندی کے طور پر انہیں یہ آداب تعلیم فرمائے گئے ہوں اور بے ادبی کی سزا سے آگاہ کیا گیا ہو۔

آیت: لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا حال:

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم بہت محتاط ہو گئے اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہِ والِہ وسلم سے گفتگو کے دوران بہت سی احتیاطوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا تا کہ آواز زیادہ بلند نہ ہونے پائے، نیز اپنے علاوہ دوسروں کو بھی اس ادب کی سختی سے تلقین کرتے تھے، اسی طرح آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ کے روضہ انور کے پاس خود بھی آواز بلند نہ کرتے اور دوسروں کو بھی آواز اونچی کرنے سے منع کرتے تھے، یہاں اسی سے متعلق چند واقعات ملاحظہ ہوں:

(1) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ نازل ہوئی تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالی کی قسم! آئندہ میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کیا کروں گا۔ (کنز العمال، کتاب الاذکار ۱/۲۱۴، الجز الثانی، الحدیث: ۴۶۰۴)

(2) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا حال یہ تھا کہ آپ رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہِ والِہ وسلم کی بارگاہ میں بہت آہستہ آواز سے بات کرتے حتی کہ بعض اوقات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہِ والِہ وسلم کو بات سمجھنے کے لئے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ کیا کہتے ہو۔ (ترمذی، کتاب التفسیر ۵/۱۷۷، حدیث: ۳۲۷۷)

(3) حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور (اللہ تعالی کے خوف کی وجہ سے) کہنے لگے: میں اہلِ نار سے ہوں۔ (جب یہ کچھ عرصہ بارگاہِ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہِ والِہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ سے ان کا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کی: وہ میرے پڑوسی ہیں اور میری معلومات کے مطابق انہیں کوئی بیماری بھی نہیں ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے کہا: یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں (اور جب ایسا ہے) تو میں جہنمی ہو گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ صورتِ حال حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہِ والِہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: (وہ جہنمی نہیں) بلکہ وہ جنت والوں میں سے ہیں۔ (مسلم، کتاب الایمان: ۱۸۷)

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ.... : بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں۔

شانِ نزول: جب یہ آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے بہت احتیاط لازم کر لی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہِ والِہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے)، ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے عمل کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا بیشک جو لوگ ادب اور تعظیم کے طور پر اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ تعالی علیہِ والِہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالی نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا (اور ان میں موجود پرہیزگاری کو ظاہر فرما دیا) ہے، ان کے لیے آخرت میں بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (جلالین مع

صاوی، حجرات: ۳، ۵/۱۹۸۸، ۱۹۸۷)

آیت إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ :

(1) تمام عبادات بدن کا تقوی ہیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا ادب دل کا تقوی ہے۔

(2) اللہ تعالی نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے دل تقوی کے لئے پرکھ لئے ہیں تو جو انہیں معاذ اللہ فاسق مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

(3) صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم انتہائی پرہیز گار اور اللہ تعالی سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے کیونکہ جس نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالی کا رسول مان لیا اور آپ کی اس قدر تعظیم کی کہ آپ کے سامنے اس ڈر سے اپنی آواز تک بلند نہ کی کہ کہیں بلند آواز سے بولنے کی بنا پر اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں تو اس کے دل میں اللہ تعالی کی تعظیم اور اس کا خوف کتنا زیادہ ہوگا۔

(4) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کی بخشش یقینی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ان کی بخشش کا اعلان فرما دیا ہے۔

(5) ان دونوں بزرگوں کا اجر و ثواب ہمارے وہم و خیال سے بالا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اسے عظیم فرمایا ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی معذوری کے باوجود اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ وہ کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کریں گے، ان کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ہم اہلِ جنت میں سے ایک شخص کو اپنے سامنے چلتا ہوا دیکھتے تھے اور جب یمامہ کے مقام پر مسیلمہ سے جنگ ہوئی تو حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ شکست کھا گیا ہے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ان لوگوں پر افسوس ہے، پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالی کے دشمنوں سے اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر یہ دونوں ڈٹ گئے اور لڑائی کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا: فلاں شخص میری ذرع اتار کر لے گیا ہے اور وہ لشکر کے کونے میں گھوڑے کے پاس پتھر کی ہنڈیا کے نیچے رکھی ہوئی ہے، لہٰذا آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس جائیں اور انہیں اس کی خبر دیں تاکہ وہ میری ذرع واپس لے سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں: مجھ پر قرض ہے، تاکہ وہ میرا قرض ادا کر دیں اور میرا افلاں غلام آزاد ہے۔ چنانچہ ان صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کو اس کی خبر دی تو انہوں نے ذرع اور گھوڑے کو اسی طرح پایا جیسے حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان فرمایا تھا، انہوں نے ذرع لے لی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو اس خواب کی خبر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کی وصیت کو نافذ کر دیا۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: مجھے اس وصیت کے علاوہ کوئی ایسی وصیت معلوم نہیں جو کسی کی وفات کے بعد نافذ کی گئی ہو۔ (صاوی: ۳، ۵/۱۹۸۸)۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ.... : بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

2.9.1 شانِ نزول

بنو تمیم کے چند لوگ دوپہر کے وقت رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم آرام فرما رہے تھے، ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو پکارنا شروع کر دیا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم باہر تشریف لے آئے، ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی جلالتِ شان کو بیان فرمایا گیا کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں اس طرح پکارنا جہالت اور بے عقلی ہے۔ (مدارک، الحجرات: ۴، ص ۱۱۵۱)

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا..... :اور اگر وہ صبر کرتے۔

اس آیت میں ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی کہ انہیں رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والِہٖ وسلم کو پکارنے کی بجائے صبر اور انتظار کرنا چاہئے تھا یہاں تک کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والِہٖ وسلم خود ہی مقدس حجرے سے باہر نکل کر ان کے پاس تشریف لے آتے اور اس کے بعد یہ لوگ اپنی عرض پیش کرتے۔ اگر وہ اپنے اوپر لازم اس ادب کو بجالاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور جن سے یہ بے ادبی سرزد ہوئی ہے اگر وہ توبہ کریں تو اللہ تعالی انہیں بخشنے والا اور ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ (روح البیان، حجرات: ۵، ۹/ ٦٨)

اس آیت سے مزید دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1) اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والِہٖ وسلم کے دربار شریف کے آداب اللہ تعالی نے بنائے اور اسی نے سکھائے ہیں، یاد رہے کہ یہ آداب صرف انسانوں پر ہی جاری نہیں بلکہ جنوں، انسانوں اور فرشتوں سب پر جاری ہیں اور یہ آداب کسی خاص وقت تک کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔

(2) اکابرین کی بارگاہ کا ادب کرنا بندے کو بلند درجات تک پہنچاتا ہے اور دنیا وآخرت کی سعادتوں سے نوازتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا..... : اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔

ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے جس میں کسی کی شکایت ہو تو صرف اس کی بات پر اعتماد نہ کرو بلکہ تحقیق کرلو کہ وہ صحیح ہے یا نہیں کیونکہ جو فسق سے نہیں بچا وہ جھوٹ سے بھی نہ بچے گا تاکہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر ان کی برات ظاہر ہونے کی صورت میں تمہیں اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والِہٖ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بنی مصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا، زمانہ جاہلیت میں ان کے اور ان کے درمیان دشمنی تھی، جب حضرت ولید رضی اللہ تعالی عنہ ان کے علاقے کے قریب پہنچے اور ان لوگوں کو خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ حضرت ولید رضی اللہ تعالی عنہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والِہٖ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں، بہت سے لوگ ان کی تعظیم کے لئے ان کا استقبال کرنے آئے، لیکن حضرت ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے گمان کیا کہ یہ پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں، یہ خیال کر کے حضرت ولید رضی اللہ تعالی عنہ واپس ہوگئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ والِہٖ وسلم سے (اپنے گمان کے مطابق) عرض کردیا کہ حضور! ﷺ ان لوگوں نے صدقہ دینے سے منع کردیا اور مجھے قتل کرنے کے درپے ہوگئے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والِہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کو حالات کی تحقیق کے لئے بھیجا، حضرت خالد رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا کہ وہ لوگ اذانیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کردیئے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالی عنہ یہ صدقات لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (مدارک، حجرات ٦: ص: ١١٥٢، روح البیان: ٦، ٩/ ٧٠، ٧١)

2.9.2 صحابہ میں کوئی فاسق نہیں

یاد رہے کہ اس آیت میں بطورِ خاص حضرت ولید رضی اللہ تعالی عنہ کو فاسق نہیں کہا گیا بلکہ ایک اسلامی قانون بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس آیت کی بنا پر انہیں فاسق نہیں کہہ سکتے، جیسا کہ علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ حضرت ولید رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ ہے لیکن فاسق سے مراد بطورِ خاص حضرت ولید رضی اللہ تعالی عنہ نہیں ہیں کیونکہ آپ فاسق نہیں بلکہ عظیم صحابی ہیں۔ (صاوی، حجرات ٦، ٥/ ١٩٩١، ١٩٩٠)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت کے پیش نظر کسی شخص کا حضرت ولید رضی اللہ تعالی عنہ پر فاسق کا اطلاق کرنا بڑی خطا ہے کیونکہ انہوں نے وہم اور گمان کیا جس میں خطا کر گئے اور خطا کرنے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔ (تفسیر کبیر، حجرات: ۶، ۹۸/۱۰)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب اگر چہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ ہی ہو، لیکن یہ نہیں ہے کہ آیت میں بطورِ خاص آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو ہی فاسق کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس واقعے میں یا اس سے پہلے ان سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا جس کی بنا پر انہیں فاسق کہا جا سکے اور اس واقعے میں بھی انہوں نے بنو مصطلق کی طرف جو بات منسوب کی تھی وہ اپنے گمان کے مطابق صحیح سمجھ کر کی تھی اگر چہ حقیقت میں وہ غلط تھی اور یہ ایسی چیز نہیں جس کی بنا پر کسی کو فاسق قرار دیا جا سکے۔

2.9.3 معاشرے کو امن کا گہوارہ بنانا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام ان کاموں سے روکتا ہے جو معاشرتی امن کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور وہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے جن سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنتا ہے، جیسے مذکورہ بالا آیت میں بیان کئے گئے اصول کو اگر ہم آج کل کے دور میں پیش نظر رکھیں تو ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں لڑائی جھگڑے اور فسادات ہوتے ہی اسی وجہ سے ہیں کہ جب کسی کو کوئی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ فوراً غصہ میں آ جاتا ہے اور وہ کام کر بیٹھتا ہے جس کے بعد ساری زندگی پریشان رہتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں خاندانی طور پر جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ اسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ چاہے وہ ساس بہو کا معاملہ ہو یا شوہر و بیوی کا کہ تصدیق نہیں کی جاتی اور لڑائیاں شروع کر دی جاتی ہیں۔

آیت: اِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا اس سے ہمیں معلوم ہوتا کہ :

(1) ایک شخص اگر عادل ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

(2) حاکم یک طرفہ بیان پر فیصلہ نہ کرے بلکہ فریقین کا بیان سن کر ہی کوئی فیصلہ کرے۔

(3) غیبت کرنے والے اور چغل خور کی بات ہرگز قبول نہ کی جائے۔

(4) کسی کام میں جلدی نہ کی جائے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑ سکتا ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ.... :اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ تعالی کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر تم میں سے کوئی ان سے جھوٹ بولے گا تو اللہ تعالی انہیں خبردار کر دے گا اور وہ (اس کے حکم سے) تمہارا حال ظاہر کر کے تمہیں رسوا کر دیں گے، لہٰذا تم ان سے کوئی باطل بات نہ کہو اور یاد رکھو کہ اگر تمہارے بتائے ہوئے بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات ہی مانیں اور تمہاری رائے کے مطابق حکم دیدیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالی نے تم پر رحم کرتے ہوئے انہیں اس سے بچا لیا اور تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے جس کی برکت سے تم رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم کی حکم عدولی نہیں کرتے اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ہے جس کے باعث تم نافرمانی سے متنفر ہو، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالی کے فضل و احسان سے حق راستے پر قائم ہیں اور اللہ تعالی کی شان یہ ہے کہ وہ ان کے احوال کا علم رکھنے والا اور ان پر انعام فرمانے میں حکمت والا ہے۔ (مدارک، حجرات: ۷، ۸، ص۱۱۵۲)

آیت وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ سے معلوم ہونے والی چند اہم باتیں:

(1) حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے۔

(2) نعت لکھنے پڑھنے والوں اور عرض و معروض کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنا سچا دکھ درد عرض کریں وہاں مبالغہ نہ کریں۔

(3) ایمان پیارا معلوم ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔

(4) ایمان کا کمال اپنی کوشش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے۔

(5) گناہ نہ کرنا بھی کمال ہے لیکن گناہ سے دل میں نفرت پیدا ہو جانا بڑا کمال ہے کیونکہ یہ نفرت گناہوں سے مستقل طور پر بچا لیتی ہے۔

(6) تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کفر و فسق اور گناہ سے دلی بیزار ہیں، ان کے دلوں میں ایمان، تقویٰ اور رشد و ہدایت ایسی رچ گئی ہے جیسے گلاب کے پھول میں رنگ و بو۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا.....: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کروا دو۔

2.9.4 شانِ نزول

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، اس دوران انصار کی مجلس کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن ابی نے ناک بند کر لی۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تو تشریف لے گئے لیکن ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ پڑیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی، صورتِ حال معلوم ہونے پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرا دی، اس معاملے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا اے ایمان والو! اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم سمجھا کر ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرے اور صلح کرنے سے انکار کر دے تو مظلوم کی حمایت میں اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ دونوں گروہوں میں صلح کروا دو اور دونوں میں سے کسی پر زیادتی نہ کرو (کیونکہ اس جماعت کو ہلاک کرنا مقصود نہیں بلکہ سختی کے ساتھ راہِ راست پر لانا مقصود ہے) اور صرف اس معاملے میں ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں عدل کرو، بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے تو وہ انہیں عدل کی اچھی جزا دے گا۔ (مدارک، الحجرات: ۹، ص: ۱۱۵۳)

آیت: وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ ملاحظہ ہو:

(1) جنگ و جدال گناہ ہے، مگر یہاں دونوں فریقوں کو مومن فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کفر نہیں ہے۔

(2) مسلمانوں میں صلح کرانا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی سنت اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

(3) غلط فہمی کی وجہ سے بادشاہِ اسلام کی مخالفت یا اس سے جنگ کرنے والا کافر اور فاسق نہیں بلکہ مومن ہے۔

(4) سلطانِ اسلام باغیوں سے جنگ کرے یہاں تک کہ وہ اپنی بغاوت سے باز آ جائیں۔

(5) یہ جنگ جہاد نہ ہوگی، نہ ان باغیوں کا مال غنیمت ہوگا، نہ ان کے قیدی لونڈی غلام بنائے جائیں گے بلکہ ان کا زور توڑ کر ان سے برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔

2.9.5 معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہو

ظلم ایک ایسا بدترین فعل ہے جس سے انسان اپنے بنیادی حق سے محروم ہو کر اذیت اور کرب کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ وہ عمل ہے جس سے جھگڑے اور فسادات جنم لیتے، لوگ بغاوت اور سرکشی پر اتر آتے اور اصول و قوانین ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں انسانی حقوق

تلف ہوتے اور معاشرے کا امن وسکون تباہ ہو کر رہ جاتا ہے، دینِ اسلام چونکہ انسانی حقوق کا سب سے بڑا محافظ اور معاشرتی امن کو برقرار رکھنے کا سب سے زیادہ حامی ہے اسی لئے اس دین نے انسانی حقوق تلف کرنے اور معاشرتی امن میں بگاڑ پیدا کرنے والے ہر فعل سے روکا ہے اور ان چیزوں میں ظلم کا کردار دوسرے افعال کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اس لئے اسلام نے ظلم کے خاتمے کیلئے بھی انتہائی احسن اقدامات کئے ہیں تا کہ لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں اور وہ امن وسکون کی زندگی بسر کریں، ان میں سے ایک اِقدام لوگوں کو یہ حکم دینا ہے کہ وہ ظالم کو روکیں اور دوسرا اقدام ظالم کو وعیدیں سنانا ہے تا کہ وہ خود اپنے ظلم سے باز آ جائے، معاشرتی امن کو قائم کرنے اور اس کی راہ میں حائل ایک بڑی رکاوٹ ظلم کو ختم کرنے میں اسلام کا کردار سب سے زیادہ ہے اور اس کی کوششیں دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ کارگر ہیں کیونکہ جب لوگ ظالم کو ظلم کرنے سے روک دیں گے تو وہ ظلم نہ کر سکے گا اور ظالم جب اتنی ہولناک وعیدیں سنے گا تو اس کے دل میں خوف پیدا ہوگا اور یہی خوف ظلم سے باز آنے میں اس کی مدد کرے گا، یوں معاشرے سے ظلم کا جڑ سے خاتمہ ہوگا اور معاشرہ امن وسکون کا پرلطف باغ بن جائے گا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ..... : مسلمان (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہیں۔

ارشاد فرمایا: مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہی ہیں کیونکہ یہ آپس میں دینی تعلق اور اسلامی محبت کے ساتھ مربوط ہیں اور یہ رشتہ تمام دنیوی رشتوں سے مضبوط تر ہے، لہٰذا جب کبھی دو بھائیوں میں جھگڑا واقع ہو تو ان میں صلح کرادو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم پر رحمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور پرہیزگاری اختیار کرنا ایمان والوں کی باہمی محبت اور الفت کا سبب ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔(مدارک، حجرات: ۱۰،ص:۱۱۵۳)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے باہمی تعلقات سمجھنے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ.....: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں۔

2.9.6 شانِ نزول

اس آیتِ مبارکہ کے مختلف حصوں کا نزول مختلف واقعات میں ہوا ہے اور آیت کے زیرِ تفسیر حصے کے نزول سے متعلق دو واقعات درج ذیل ہیں:

(1) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونچا سنتے تھے، جب وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں آگے بٹھاتے اور ان کے لئے جگہ خالی کر دیتے تا کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں۔ ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہوگئی اور جب مجلس شریف خوب بھر گئی اس وقت آپ تشریف لائے اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا وہیں کھڑا رہتا۔ لیکن حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو وہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قریب بیٹھنے کے لئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ جگہ دو جگہ یہاں تک کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ ان کے اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے درمیان میں صرف ایک شخص رہ گیا، انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو، اس نے کہا: تمہیں جگہ مل گئی ہے اس لئے بیٹھ جاؤ۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں آ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئے۔ جب دن خوب روشن ہوا تو حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جسم دبا کر کہا: کون؟ اس نے کہا: میں فلاں شخص ہوں۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا: فلانی کا لڑکا۔ اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا کیونکہ اس زمانے میں ایسا کلمہ عار دلانے کے لئے کہا جاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(2) حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت بنی تمیم کے ان افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت بلا

ل،حضرت صہیب ،حضرت سلمان اور حضرت سالم وغیرہ غریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی غربت دیکھ کران کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مرد مردوں سے نہ ہنسیں ،یعنی مال دار غریبوں کا ، بلند نسب والے دوسرے نسب والوں کا،تندرست اپاہج کا اور آنکھ والے اس کا مذاق نہ اڑائیں جس کی آنکھ میں عیب ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے صدق اور اخلاص میں بہتر ہوں۔(خازن، حجرات:۱۱، ۱۶۹/۴)

آیت کے دوسرے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص میں فقر، محتاجی اور غریبی کے آثار نظر آئیں تو ان کی بنا پر اس کا مذاق نہ اڑایا جائے ، ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ مذاق اڑانے والے کے مقابلے میں دینداری کے لحاظ سے کہیں بہتر ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہِ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں،ان کے پاس دو پرانی چادریں ہوتی ہیں اور انہیں کوئی پناہ نہیں دیتا (لیکن اللہ تعالی کی بارگاہ میں ان کا رتبہ ومقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالی پر قسم کھالیں کہ اللہ تعالی فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالی وہ کام کر کے ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔(ترمذی، کتاب المناقب: ۴۵۹/۵،حدیث: ۳۸۸۰)

حضرت حارث بن وہب خزاعی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاوں؟ یہ ہر وہ شخص ہے جو کمزور اور (لوگوں کی نگاہوں میں) گرا ہوا ہے، اگر وہ اللہ تعالی پر قسم کھالے تو اللہ تعالی ضرور اس کی قسم سچی کر دے گا۔(ترمذی، کتاب صفۃ جہنم ،۱۳۔ باب ۲۷۲/۴،حدیث: ۲۶۱۴)

وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ : اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

2.9.7 شانِ نزول

آیتِ مبارکہ کے اس حصے کے نزول سے متعلق دو روایات درج ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہِ والہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کے متعلق نازل ہوئی ہے،انہوں نے حضرتِ امِ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو چھوٹے قد کی وجہ سے شرمندہ کیا تھا۔

(2) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: آیت کا یہ حصہ ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالی عنہا کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب انہیں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہِ والہٖ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ نے یہودی کی بیٹی کہا۔(خازن ،الحجرات: ۱۱، ۱۶۹/۴)

اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کو معلوم ہوا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا ہے،(اس پر انہیں رنج ہوا اور) آپ رونے لگیں ،جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہِ والہٖ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں روتا ہوا پایا تو ارشاد فرمایا تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کی: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے مجھے یہودی کی لڑکی کہا ہے۔حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہِ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نبی زادی ہو، تیرے چچا نبی ہیں اور نبی کی بیوی ہو،تو تم پر وہ کیا فخر کرتی ہیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا اے حفصہ !(رضی اللہ تعالی عنہا)اللہ تعالی سے ڈرو۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ۴۷۴/۵،حدیث: ۳۹۲۰)

نوٹ: آیتِ مبارکہ میں عورتوں کا جداگانہ ذکر اس لئے کیا گیا کہ عورتوں میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے اور اپنے آپ کو بڑا جاننے کی عادت بہت زیادہ ہوتی ہے، نیز آیتِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں کسی صورت آپس میں ہنسی مذاق نہیں کرسکتیں بلکہ چند شرائط کے ساتھ ان کا آپس

میں ہنسی مذاق کرنا جائز ہے، جس میں نہ فحش ہو نہ ایذائے مسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بد لحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے۔

2.9.8 مذاق اڑانے کی شرعی ممانعت

اہانت اور تحقیر کیلئے زبان یا اشارات، یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے کیونکہ اس سے ایک مسلمان کی تحقیر اور اس کی ایذا رسانی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر کرنا اور دکھ دینا سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ (جہنم کے خطرات، ص:۱۷۳)

وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ : اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو۔ یعنی قول یا اشارے کے ذریعے ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ مومن ایک جان کی طرح ہے جب کسی دوسرے مومن پر عیب لگایا جائے گا تو گویا اپنے پر ہی عیب لگایا جائے گا۔ (روح المعانی، حجرات:۱۱، ۱۳/۴۲۴)

2.9.9 طعنہ دینے کی مذمت

(1) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہت لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہ ہوں گے نہ شفیع۔ (مسلم، کتاب البر والصل والآداب، باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا، ص ۱۴۰۰، حدیث: ۸۵ (۲۵۹۸))

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے۔ (ترمذی، کتاب البر والصل: ۳/۳۹۳، حدیث: ۱۹۸۴)

اللہ تعالی ہمیں طعنہ دینے سے محفوظ فرمائے، آمین۔

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ: اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ برے نام رکھنے سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں:

(1) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: ایک دوسرے کے برے نام رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی برائی سے توبہ کر لی ہو تو اسے توبہ کے بعد اس برائی سے عار دلائی جائے۔ یہاں آیت میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے۔

حدیثِ پاک میں اس عمل کی وعید بھی بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہِ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کو اس کے کسی گناہ پر شرمندہ کیا تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کا اِرتکاب نہ کر لے۔ (ترمذی: ۵۳۔ باب، ۴/۲۲۶، الحدیث: ۲۵۱۳)

(2) بعض علماء نے فرمایا برے نام رکھنے سے مراد کسی مسلمان کو کتا، یا گدھا، یا سور کہنا ہے۔

(3) بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ القاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو، لیکن تعریف کے القاب جو سچے ہوں ممنوع نہیں، جیسے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا لقب عتیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا ذوالنورین اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا ابوتراب اور حضرت خالد رضی اللہ تعالی عنہ کا سیف اللہ تھا، اور جو القاب گویا کہ نام بن گئے اور القاب والے کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی ممنوع نہیں، جیسے اعمش اور اعرج وغیرہ۔ (خازن، حجرات: ۱۱، ۴/۱۷۰)

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے۔ ارشاد فرمایا: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے تو اے مسلمانو! کسی مسلمان کی ہنسی بنا کر یا اس کو عیب لگا کر یا اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ اور جو لوگ ان تمام افعال سے توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ (خازن، حجرات: ۱۱، ۴/۱۷۰)

آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا یَسْخَرُ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ سے تین مسئلے معلوم ہوئے:

(1) مسلمانوں کی کوئی قوم ذلیل نہیں، ہر مومن عزت والا ہے۔

(2) عظمت کا دارومدار محض نسب پر نہیں تقوی و پرہیزگاری پر ہے۔

(3) مسلمان بھائی کو نسبی طعنہ دینا حرام اور مشرکوں کا طریقہ ہے آج کل یہ بیماری مسلمانوں میں عام پھیلی ہوئی ہے۔ نسبی طعنہ کی بیماری عورتوں میں زیادہ ہے، انہیں اس آیت سے سبق لینا چاہیے نہ معلوم بارگاہِ الٰہی میں کون کس سے بہتر ہو۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ...... : اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو۔

آیت کے اس حصے میں اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کو بہت زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بعض گمان ایسے ہیں جو محض گناہ ہیں لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ گمان کی کثرت سے بچا جائے۔(ابن کثیر، حجرات ۱۲، ۷/۳۵۲)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں آیت میں گمان کرنے سے بچنے کا حکم دیا گیا (کیونکہ گمان ایک دوسرے کو عیب لگانے کا سبب ہے، اس پر قبیح افعال صادر ہونے کا مدار ہے اور اسی سے خفیہ دشمن ظاہر ہوتا ہے اور کہنے والا جب ان امور سے یقینی طور پر واقف ہوگا تو وہ اس بات پر بہت کم یقین کرے گا کہ کسی میں عیب ہے تا کہ اسے عیب لگائے، کیونکہ کبھی فعل بظاہر قبیح ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے کرنے والا اسے بھول کر کر رہا ہو یا دیکھنے والا غلطی پر ہو۔(تفسیر کبیر، الحجرات: ۱۲، ۱۰/۱۱۰)

علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: یہاں آیت میں گمان کی کثرت کو مبہم رکھا گیا تا کہ مسلمان ہر گمان کے بارے میں محتاط ہو جائے اور غور و فکر کرے یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس گمان کا تعلق کس صورت سے ہے کیونکہ بعض گمان واجب ہیں، بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں۔(بیضاوی، حجرات: ۱۲، ۵/۲۱۸)

گمان کی کئی اقسام ہیں، ان میں سے چار یہ ہیں: (1) واجب، جیسے اللہ تعالی کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ (2) مستحب، جیسے صالح مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنا۔ (3) ممنوع حرام۔ جیسے اللہ تعالی کے ساتھ برا گمان کرنا اور یونہی مومن کے ساتھ برا گمان کرنا۔ (4) جائز، جیسے فاسقِ معلِن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے۔ یہ اگر مسلمان پر برائی کے ساتھ ہے تو گناہ ہے۔ دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل کو خالی کرنا ضروری ہے۔(مدارک، حجرات: ۱۲، ص ۱۱۵۵)

2.9.10 بدگمانی کے شرعی حکم

مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو۔ مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتی الامکان اس کے قول و فعل کو وجہِ صحیح پر حمل واجب ہے۔

بدگمانی کی مذمت اور اچھا گمان رکھنا: دینِ اسلام وہ عظیم دین ہے جس میں انسانوں کے باہمی حقوق اور معاشرتی آداب کو خاص اہمیت دی گئی اور ان چیزوں کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے اسی لئے جو چیز انسانی حقوق کو ضائع کرنے کا سبب بنتی ہے اور جو چیز معاشرتی آداب کے برخلاف ہے اس سے دینِ اسلام نے منع فرمایا اور اس سے بچنے کا تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے، جیسے ان اشیاء میں سے ایک چیز بدگمانی ہے جو کہ انسانی حقوق کی پامالی کا بہت بڑا سبب اور معاشرتی آداب کے انتہائی برخلاف ہے، اس سے دینِ اسلام میں خاص طور پر منع کیا گیا ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالی

ارشادفرماتا ہے: ولاتقف مالیس لک بہٖ علم ۔ اِن السمع والبصر والفآد اُولٰئک کان عنہ مسولا (بنی اسرائیل) اوراس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرواوراے اللہ کے بندوں بھائی بھائی ہوجاؤ۔ (مسلم، کتاب البر والصل والآداب، باب تحریم الظن والتجسس)

وَلَا تَجَسَّسُوا: اورتجسس نہ کرو۔اس آیت میں دوسراحکم یہ دیا گیا کہ مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرواوران کے پوشیدہ حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالی نے اپنی ستاری سے چھپایا ہے۔

2.9.11 عیب تلاش کرنے کی ممانعت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے پوشیدہ عیب تلاش کرنا اورانہیں بیان کرناممنوع ہے، یہاں اسی سے متعلق ایک عبرت انگیز حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہِ والِہٖ وسلم نے فرمایااے ان لوگوں کے گروہ، جوزبان سے ایمان لائے اورایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرواوران کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹٹول نہ کرو، اس لیے کہ جوشخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی چیز کی ٹٹول کرے گا، اللہ تعالی اس کی پوشیدہ چیز کی ٹٹول کرے (یعنی اسے ظاہر کردے) گا اورجس کی اللہ (عزوجل) ٹٹول کرے گا یعنی عیب ظاہر کرے گا اس کو رسوا کردے گا، اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندر ہو۔ (ابو داود، کتاب الادب، باب فی الغیبة :۳۵۴/۴، حدیث:۴۸۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی غیبت کرنا اوران کے عیب تلاش کرنا منافق کا شِعار ہے اورعیب تلاش کرنے کا انجام ذلت ورسوائی ہے کیونکہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کے عیب تلاش کررہا ہے، یقیناً اس میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہوگا اورممکن ہے کہ وہ عیب ایسا ہو جس کے ظاہر ہونے سے وہ معاشرے میں ذلیل وخوار ہوجائے لہذا عیب تلاش کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان کی اس حرکت کی بنا پر کہیں اللہ تعالی ان کے وہ پوشیدہ عیوب ظاہر نہ فرمادے جس سے وہ ذلت ورسوائی سے دوچار ہوجائیں۔

2.9.12 عیب چھپانے کی فضیلت

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔ (بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم ۱۲۶/۲، حدیث:۲۴۴۲)

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص ایسی چیز دیکھے جس کو چھپانا چاہیے اوراس نے پردہ ڈال دیا یعنی چھپادی تو ایسا ہے جیسے موودہ یعنی زندہ زمین میں دبادی جانے والی بچی کو زندہ کیا (ابو داود، کتاب الادب، باب فی الستر علی المسلم ۳۵۷/۴، حدیث:۴۸۱۹)

اللہ تعالی ہمیں بھی اپنے بھائیوں کے عیب چھپانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

لوگوں کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے عیبوں کی اصلاح کی جائے: جوشخص لوگوں کے عیب تلاش کرنے میں رہتا ہے اسے خاص طور پر اورتمام لوگوں کو عمومی طور پر چاہئے کہ کسی کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر موجود عیبوں کو تلاش کرنے اوران کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں کہ

اسی میں ان کی اور دوسروں کی دنیا وآخرت کا بھلا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔ (شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: جب تم اپنے ساتھی کے عیب ذکر کرنے کا ارادہ کرو تو اس وقت اپنے عیبوں کو یاد کرو۔ (شعب الایمان)

2.9.12 انسان کی عزت وحرمت کی حفاظت میں تعلیمات قرآن کا کردار

قرآن کی نظر میں ایک انسان کی عزت وحرمت کی قدر بہت زیادہ ہے اور اگر وہ انسان مسلمان بھی ہو تو اس کی عزت وحرمت کی قدر اسلام کی نظر میں مزید بڑھ جاتی ہے، اسی لئے قرآن نے ان تمام افعال سے بچنے کا حکم دیا ہے جن سے کسی انسان کی عزت وحرمت پامال ہوتی ہو، ان افعال میں سے ایک فعل کسی کے عیب تلاش کرنا اور اسے دوسروں کے سامنے بیان کر دینا ہے جس کا انسانوں کی عزت وحرمت ختم کرنے میں بہت بڑا کردار ہے، اس وجہ سے جہاں اس شخص کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا عیب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے وہیں وہ شخص بھی لوگوں کی نفرت اور ملامت کا سامنا کرتا ہے جو عیب تلاش کرنے اور انہیں ظاہر کرنے میں لگا رہتا ہے، یوں عیب تلاش کرنے والے اور جس کا عیب بیان کیا جائے، دونوں کی عزت وحرمت چلی جاتی ہے، اس لئے دینِ اسلام نے عیبوں کی تلاش میں رہنے اور انہیں لوگوں کے سامنے شرعی اجازت کے بغیر بیان کرنے سے منع کیا اور اس سے باز نہ آنے والوں کو سخت وعیدیں سنائیں تاکہ ان وعیدوں سے ڈر کر لوگ اس برے فعل سے باز آجائیں اور سب کی عزت وحرمت کی حفاظت ہو۔

وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً : اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ اس آیت میں تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً یہ تمہیں ناپسند ہوگا، تو پھر مسلمان بھائی کی غیبت بھی تمہیں گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کی مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کی بدگوئی کرنے سے اسے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت عزت وآبرو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔ شانِ نزول: جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے اور وہ اسے کھلائیں پلائیں، یوں ہر ایک کا کام چلے، چنانچہ اسی دستور کے مطابق حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے تو ان دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے کچن کے خادم حضرتِ اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ تھے، ان کے پاس کھانے میں سے کچھ باقی رہا نہ تھا، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنہ نے یہی آکر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا: اسامہ (رضی اللہ تعالی عنہ) نے بخل کیا۔ جب وہ حضورِ انور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔ (خازن، الحجرات: ۱۲، ۴/۱۷۰)

اس آیت میں غیبت کرنے سے منع کیا گیا اور ایک مثال کے ذریعے اس کی شناعت اور برائی کو بیان فرمایا گیا ہے، کثیر احادیث میں بھی اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے جیسے:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کی گئی: اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جسے میں بیان کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم جو عیب بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الغیبۃ، ص۱۳۹۷، حدیث: ۷۰(۲۵۸۹))

(2) حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا غیبت زِنا سے بھی زیادہ سخت چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ ارشاد فرمایا مرد زِنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی تب تک مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے۔ (شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان ... الخ فصل فیما ورد ... الخ، ۵/۳۰۶، حدیث: ۶۷۴۱)

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ انہیں غور سے پڑھے اور غیبت سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، فی زمانہ اس حرام سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ آج کل مسلمانوں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے اور وہ اس سے بچنے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے اور ان کی بہت کم مجلسیں ایسی ہوتی ہیں جو چغلی اور غیبت سے محفوظ ہوں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى...... : اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

ارشاد فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ایک عورت حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا کیا اور جب نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو اور ایک جدِ اعلیٰ کی اولاد ہو، اس لئے نسب کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار نہ کرو، اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں، قبیلے اور خاندان بنایا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو اور ایک شخص دوسرے کا نسب جانے اور اس طرح کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرے، نہ یہ کہ اپنے نسب پر فخر کرنے لگ جائے اور دوسروں کی تحقیر کرنا شروع کر دے۔ (مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۳، ص: ۱۱۵۶)

یاد رہے کہ دنیا میں وہ امور اگرچہ کثیر ہیں کہ جن کی وجہ سے فخر و تکبر کیا جاتا ہے لیکن نسب ان میں سب سے بڑا امر ہے کیونکہ مال، حسن اور بزرگی کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ ان چیزوں کے ختم ہونے پر تکبر بھی ختم ہو جاتا ہے جبکہ نسب کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ختم نہیں ہوتا، اسی لئے یہاں بطورِ خاص اسے ذکر کیا گیا۔ (تفسیر کبیر، الحجرات: ۱۳، ۱۰/۱۱۳)

2.9.13 نسب کے ذریعے فخر و تکبر کرنے کی مذمت

فخر و تکبر کے اسباب میں سے ایک اہم سبب اپنے نسب کے ذریعے دوسروں پر تکبر کرنا ہے، اس کے بارے میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جس آدمی کا نسب اچھا ہو وہ دوسرے نسب والوں کو حقیر جانتا ہے اور بعض لوگ حسب و نسب کے ذریعے اس طرح تکبر کرتے ہیں کہ گویا دوسرے لوگ ان کی مِلکیت میں اور ان کے غلام ہیں، وہ اِن سے میل جول کرنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ ان کی زبان پر یوں آتا ہے کہ تکبر کرتے ہوئے دوسروں کو گھٹیا قسم کے الفاظ سے پکارتے ہوئے کہتے ہیں: تم کون ہو؟ تمہارا باپ کون ہے؟ میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، تمہیں مجھ سے بات کرنے یا میری طرف دیکھنے کا کیا حق ہے؟ تو مجھ جیسے لوگوں سے بات کرتا ہے اور مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہے؟ وغیرہ

یہ ایک ایسی پوشیدہ رگ ہے کہ کوئی بھی نسب والا اس سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ وہ نیک اور باعمل ہو، لیکن بعض اوقات حالتِ اِعتدال پر ہونے کی صورت میں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی اور جب اس پر غصے کا غلبہ ہو تو وہ اس کے نورِ بصیرت کو بجھا دیتا ہے اور اس قسم کی گفتگو اس کی زبان پر آ جاتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص سے میری تکرار ہوگئی تو میں نے کہا: اے کالی عورت کے بیٹے! تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! صاع پورا نہیں بھرا جاتا، سفید عورت کے بیٹے کو سیاہ عورت کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں لیٹ گیا اور اس شخص سے کہا: اٹھو اور میرے رخسار کو پامال کر دو۔

تو دیکھئے کس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی جب انہوں نے سفید خاتون کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو افضل سمجھا اور یہ بات خطا اور نادانی ہے، اور دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح توبہ کی اور اپنے آپ سے تکبر کے درخت کو اس شخص کے تلوے کے ذریعے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جس کے مقابلے میں تکبر کیا گیا تھا کیونکہ آپ کو معلوم ہوگیا تھا کہ تکبر کو صرف عاجزی کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔

اسی سلسلے میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والِہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا، ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں تم کون ہو؟ تمہاری تو ماں ہی نہیں۔ اس پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت موسی علیہ الصلو والسلام کے سامنے دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، اس طرح وہ نو پشتیں شمار کر گیا اور کہا: تیری تو ماں ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ الصلو والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ جس نے فخر کا اظہار کیا ہے اس سے فرما دیجئے: وہ نو کی نو پشتیں جہنم میں جائیں گی اور تم ان کے ساتھ دسویں ہوگے۔ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ... الخ، ۳۴/۸، حدیث: ۲۱۲۳۶)

نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے وہ جہنم میں کوئلہ بن گئے یا وہ اللہ تعالی کے نزدیک ان کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنے ناک سے گندگی کو دھکیلتے ہیں۔ (احیا علوم الدین، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان ما بہ التکبر: ۴۳۲/۳۔۴۳۱)

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ آیت کے اس حصے میں وہ چیز بیان فرمائی جا رہی ہے جو انسان کے لئے شرافت و فضیلت کا سبب ہے اور جس سے اسے اللہ تعالی کی بارگاہ میں عزت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالی کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ تعالی تمہیں جاننے والا اور تمہارے باطن سے خبردار ہے۔ شانِ نزول: حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گئے، وہاں ملاحظہ فرمایا کہ ایک حبشی غلام یہ کہہ رہا تھا: جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی اِقتدا میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہوگیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم اس کی تدفین میں تشریف لائے، اس کے بارے میں لوگوں نے کچھ کہا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (مدارک، الحجرات: ۱۳، ص: ۱۱۵۶)

2.9.14 عزت و شرف کا معیار پرہیزگاری ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں عزت و فضیلت کا مدار نسب نہیں بلکہ پرہیزگاری ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نسب پر فخر کرنے سے بچے اور تقوی و پرہیزگاری اختیار کرے تاکہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں اسے عزت و فضیلت نصیب ہو، چند احادیث ملاحظہ ہوں:

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: فتحِ مکہ کے دن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالی نے تم سے جاہلیت کا غرور اور ایک دوسرے پر خاندانی فخر دور کر دیا ہے اور اب صرف دو قسم کے لوگ ہیں: (1) نیک اور متقی شخص جو کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں معزز ہے۔ (2) گناہگار اور بدبخت آدمی، اللہ تعالی کی بارگاہ میں ذلیل و خوار ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ

الصلو والسلام کی اولا د ہیں اور حضرت آدم علیہ الصلو والسلام کو اللہ تعالی نے مٹی سے پیدا کیا ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سور الحجرات، ۱۷۹/۵، حدیث:۳۲۸۱)

(2) حضرت عدا بن خالد رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں حج الوداع کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے منبر اقدس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اللہ تعالی کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا بے شک اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: یَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُم مِّن ذَکَرٍ وَأُنثَی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِندَ اللَّہِ أَتْقَاکُمْ إِنَّ اللَّہَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ تو کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے ،کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی گورے کو کالے پر فضیلت حاصل ہے بلکہ فضیلت صرف تقوی و پرہیزگاری سے ہے تو جو متقی اور پرہیزگار ہے وہ افضل ہے (معجم الکبیر، عدا بن خالد بن ہوذہ العامری، ۱۲/۱۸، حدیث:۱۶)

(3) حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو بندوں کو اللہ تعالی کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اس حال میں کہ وہ غیر مختون ہوں گے اور ان کی رنگت سیاہ ہوگی، تو اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: اے میرے بندو! میں نے تمہیں حکم دیا اور تم نے میرے حکم کو ضائع کر دیا اور تم نے اپنے نسبوں کو بلند کیا اور انہی کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے رہے، آج کے دن میں تمہارے نسبوں کو حقیر و ذلیل قرار دے رہا ہوں، میں ہی غالب حکمران ہوں، کہاں ہیں متقی لوگ؟ کہاں ہیں متقی لوگ؟ بیشک اللہ تعالی کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ علی، حرف الالف من آباء العلیین، ۶۱۷۲-علی بن ابراہیم العمری القزوینی، ۳۳۷/۱۱)

2.10 متن کی خصوصیات

اس سورہ مبارکہ کی آیتوں کی تعداد اگرچہ صرف اٹھارہ ہے، لیکن اس میں نہایت اہم موضوعات بیان کیے گئے ہیں جن پر اعتقاد اخلاق، سیرت و کردار کا محل تعمیر کیا جا سکتا ہے اور جن کی برکت سے معاشرے میں انس، محبت اور ایثار کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے۔

1۔ سب سے پہلے بارگاہ رسالت کے ادب واحترام کے بارے میں حتمی احکام صادر فرمائے، صاف صاف بتا دیا کہ کان کھول کر سن لو، اگر تم نے گستاخانہ لہجے میں میرے پیارے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ اقدس میں اپنی آواز بھی اونچی کی تو عمر بھر کے اعمال صالحہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ میرا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہو تو باہر کھڑے ہو کر آوازیں مت دو، بلکہ خاموشی سے انتظار کرو۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، اس وقت اپنی معروضات پیش کرو۔ مختلف طریقوں سے بارگاہ نبوت کے ادب واحترام کا نقش لوح دل پر ثبت فرمایا تا کہ بھولے سے بھی کوئی مومن یہ گستاخی نہ کر بیٹھے۔ اسی طرح جب احادیث رسول بیان کی جا رہی ہے تو بھی یہی ادب ملحوظ ہونا چاہیے

2۔ اس کے بعد مسلمانوں کو بتایا کہ اتنے سادہ لوح بھی نہ بن جانا کہ جس کسی نے کوئی بات کہہ دی، فوراً اسے پلے باندھ لیا اور اس پر اپنے ردعمل کا اظہار کر دیا۔ جب بھی کوئی غیر معتبر آدمی کوئی بات آکر بتائے تو پہلے خوب چھان بین کر لیا کرو، پھر کوئی قدم اٹھایا کرو، ورنہ شدید ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

3۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کے بارے میں صریح اعلان کر دیا کہ ہم نے ایمان کو ان کا محبوب بنا دیا ہے اور ان کی آنکھوں میں اسے یوں آراستہ کر دیا ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر کسی غیر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ کفر و فسوق کی نفرت اور بغض ان کے دل میں یوں پیدا کر دیا ہے کہ وہ اس کی طرف مائل ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جن نفوس قدسیہ کی حالت کلام الہی میں ان نورانی الفاظ سے

بیان کی گئی ہو،ان کے ایمان کے بارے میں شک کرنا اوران کے دامن عمل پر کیچڑ اچھالنا بدبختی اورمحرومی کی انتہا ہے۔

4۔ انسانی معاشرے میں تعلقات کا کشیدہ ہو جانا قطعا بعید از امکان نہیں۔اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے اور اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں دست و گریبان ہو جائیں،تو دوسرے مسلمانوں کو خاموش تماشائی بننے کی اجازت نہیں، بلکہ انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اوران کے درمیان صلح کرادیں اوراپنا پورا اثر ورسوخ بھی استعمال کریں۔پھر بھی اگر ایک فریق صلح پر آمادہ نہ ہوتواس کی امداد کریں جو حق پر ہے۔

5۔ اس میں تصریحات کردی کہ مومن زمین کے کسی گوشہ میں آباد ہو،کوئی بولی بولتا ہو،کسی بھی نسل سے متعلق ہو،جب وہ اس دین کو قبول کرلیتا ہے،تو وہ اخوت اسلامی کے رشتے میں پرو دیا جاتا ہے۔بیگانگی اورمغائرت کے سارے حجابات یکلخت اٹھ جاتے ہیں۔

6۔ اللہ تعالی اسلامی معاشرے کوصحت مند بنیادوں پر استوار کرکے ترقی اورخوش حالی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے،اس لیےان تمام باتوں سے سختی کے ساتھ روک دیا جودلوں میں نفرت،حقارت،حسد اور عداوت کی تخم ریزی کرتے ہیں۔ایک دوسرے کا مذاق اڑانا،ایک دوسرے کی عیب جوئی اورنکتہ چینی کرنا،چغلی کھانا،ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرنا وغیرہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن سے دل ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں،اس لیےاہل ایمان کوحکم دیا کہ وہ ان چیزوں سے دور رہیں۔

7۔ اسکے بعد ان تمام باطل امتیازات کا قلع قمع کردیا جو انسانی معاشرے کو رنگ،نسل،زبان،دولت وغیرہ کی بنیادوں پر متحارب گروہوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔انہیں بتا دیا کہ تم سب آدم وحوا کی اولاد ہو اور تمہاری قدر ومنزلت کا معیار دولت،حکومت وغیرہ نہیں بلکہ تمہارا تقوی ہے۔جو زیادہ متقی ہوگا،اللہ تعالی کی جناب میں اسی کا مقام بلند ہوگا۔

8۔ آخر میں بتا دیا کہ اہل ایمان اللہ تعالی کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں۔جو دین اسلام کو قبول کرتے ہیں،وہ اسلام پر کوئی احسان نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالی کا ان پر احسان ہے کہ اس نے اس دین حق کو قبول کرنے کی انہیں توفیق عطا فرمائی۔

2.11 اسلوبی خصوصیات

(1) اس سورت کی اسلوبی خصوصیت یہ ہے اس میں جگہ جگہ ''یا أیہا الذین آمنوا'' کے ذریعے مومنوں کو خطاب کیا گیا ہے،یعنی مقصود یہ ہے کہ اس میں ہر خطاب اور ہر حکم اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ اس پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آواز کو بلند نہ کیا جائے،یعنی کبھی بھی یہ ادب لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے تم سے نہ رہ جائے،اسی طرح اس کے مختلف مواقع سے اس سورت میں ''یا أیہا الذین آمنوا'' سے خطاب کیا گیا ہے۔اسی طرح ان صیغوں میں ''یا'' اور ''الذین'' سے عمومی خطاب کو بتلایا گیا ہے۔

(2) نہی اورنفی کے سیاق میں فعل کا واقعہ ہونا جیسے:" لا تقدموا" " لا تجهروا" " لايسخر" " لا تلمزوا" " ولا تنابزوا""لا تجسسوا" یعنی ہر قسم کے تقدم، بلندی آواز، مذاق،طعن کرنا،آپس میں ایک دوسرے پاس القاب چسپاں کرنا،ایک دوسرے کی جاسوسی کرنا عمومی انداز میں کسی طرح جائز نہیں ہے۔

(3) اس طرح کے تمام جملے جو قرآن مجید کے اعجاز کی حیثیت رکھتے ہیں،جن میں "إن جاء كم فاسق بنبأ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة " " إنما المؤمنون اخوة " اسی طرح" لا يسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى أن يكن خيرا منهن"، "ولا تلمزوا انفسكم ، ولا تنابزوا بالألقاب ""اجتنبوا كثيرا من الظن" ،"ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا أ يحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه متيا فكرهتموه"، " إنا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلناشعوبا وقبائل لتعارفوا " اسی طرح"إن اكرمكم عند الله اتقاكم "اس طرح کے جملے یہ فصاحت وبلاغت اور جامعیت،اسلوب اورخوبی،حسن وخوبصورتی اورمعانی ومطالب کا

سمندر اپنے اندر لئے ہوئے ہیں، جس کا اندازہ عربیت سے واقف اور اس کی خوبصورتی اور ادبیت سے واقف شخص اچھی طرح لگا سکتا ہے، اس میں اخلاقیات کے بڑے بڑے پیمانے بتائے گئے ہیں، اور یہی وہ سورت ہے، جس میں اصول حیات کے بڑے بڑے اصول بیان کیئے گئے ہیں۔

2.13 خلاصہ

قرآن مجید اللہ کا وہ کلام ہے جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل کیا گیا، قرآن درحقیقت انسان کو زندگی اور بندگی کا سلیقہ وطریقہ بتانے کیلیئے نازل ہوا، انسانی زندگی کا تعلق دو طرح کا ہے: ایک انسان کا تعلق اپنے خالق و پروردگار سے ہے، دوسرا انسان کا تعلق مخلوق سے ہے۔ کامیاب انسان وہ ہے جو ان دونوں تعلقات کو بہتر بنائے یعنی اسکا تعلق اللہ تعالی کیساتھ بھی اچھا ہو اور مخلوق کیساتھ بھی اچھا ہو۔ قرآن درحقیقت زندگی اور بندگی کے اصول اور آداب سکھانے اور بتانے کیلیئے نازل کیا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا کلیدی مقصد بھی یہی تھا کہ انسان کو اسکی زندگی کے مقصد سے آگاہ کیا جائے اور اسکو حقیقی انسان بنایا جائے۔

سورہ حجرات میں انہی تعلیمات کی طرف بلیغ انداز میں اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ پہلی آیت میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے آگے نہ بڑھو، اور تم اللہ تعالی سے ڈرو یقیناً اللہ تعالی سننے اور جاننے والا ہے، اس آیت میں ایمان والوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ادب، احترام اور تعظیم کا حکم دیا گیا اور بلیغ انداز میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ رسول علیہ السلام کا ادب خدا کا ادب ہے اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بے ادبی خدا کی بے ادبی ہے۔

دوسری آیت میں بارگاہ رسالت میں گفتگو کے آداب بتائے گئے نبی علیہ السلام کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے سے منع کیا گیا اور آپس میں ایک دوسرے کو نام لیکر پکارنے کی طرح نبی علیہ السلام کو پکارنے سے روکا گیا اور تنبیہ کی گئی کہ اگر تم نبی علیہ السلام کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرو گے یا نام لیکر عام آدمیوں کی طرح پکارو گے تو تمہارے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائینگے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

تیسری آیت میں بارگاہ نبوی کا ادب کرنے والوں کی فضیلت اور عظمت بیان کی گئی کہ وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کو اللہ نے تقوی کیلیئے چن لیا اور انکے لئے مغفرت اور بہت بڑا ثواب ہے۔

چوتھی آیت میں بے ادبی کرنے والوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا: اے حبیب ﷺ آپ کو جو لوگ حجرات کے پیچھے سے پکارتے ہیں انمیں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔ پانچویں آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے در دولت پر حاضری کے آداب بتائے گئے اور فرمایا گیا کہ یہ لوگ نبی کو پکارنے کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد تک صبر کرتے اور انتظار کرتے تو یہ انکے لئے بہتر ہوتا اور بخشنے والا اور خوب رحم کرنے والا ہے۔

چھٹی آیت میں کامیاب زندگی اور پرامن و پرسکون زندگی کا ایک اصول بتایا گیا اور وہ یہ ہیکہ اگر کوئی شخص کسی بات کی اطلاع دے تو اسکی بات پر بغیر تحقیق کے بھروسہ نہ کریں ہوسکتا ہے وہ بات صحیح نہ ہو پھر فساد اور جھگڑا ہوگا۔

ساتویں آیت میں یہ عقیدہ دیا گیا کہ تم یہ یقین کرو کہ تمہارے اندر اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں اگر وہ بہت سارے امور میں تمہاری بات مانیں گے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے لئے پسندیدہ اور محبوب بنایا اور اسکو تمہارے دلوں میں مزین فرمایا اور تمہارے نزدیک کفر اور گناہ اور نافرمانی کو ناپسندیدہ اور مبغوض بنا دیا یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ آٹھویں آیت میں اللہ کے فضل اور اسکی نعمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نویں آیت میں مسلمانوں کو آپس میں صلح اور صفائی کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور آپسی اختلافات کو پرامن اور صلح کے ذریعہ دور کرنے کا حکم دیا گیا اسکے باوجود اگر کوئی گروپ نہ مانے بلکہ بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والوں سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ باغی گروپ حکم الٰہی کی طرف لوٹ کر آئے اگر وہ باغی گروپ اللہ کے احکام کی طرف لوٹ کر آجائیں تو دولڑنے والے گروہوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دیا گیا۔

دسویں آیت شریفہ میں یہ بات واضح کی گئی کہ آپسی جھگڑے سے ایمان والوں کو بچنا چاہئے لیکن بشری تقاضوں کی وجہ سے اگر دواشخاص یا دو جماعتوں یا دو خاندانوں کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو تیسرے کو چاہئے کہ وہ دونوں کے درمیان صلح کرائے کیونکہ تمام ایمان والے آپس میں بھائی ہیں۔

آیت نمبر گیارہ سے تیرہ تک ان تین آیتوں میں حسن معاشرت اور حسنِ اخلاق کی تعلیم دی گئی ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے منع کیا گیا اور ایک دوسرے کی تحقیر کرنے سے روکا گیا، اور ایک دوسرے پر عیب لگانے سے روکا گیا اور ایک دوسرے کو برے نام اور برے القاب سے پکارنے سے منع کیا گیا ہے اور بدگمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا اور ایک دوسرے کے حالات اور شخصی معاملات کے بارے میں تجسس اور ٹوہ میں لگنے سے منع کیا گیا ہے، اور ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے منع کیا گیا ہے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا گیا ہے پھر آخیر میں یہ واضح کیا گیا کہ بلندی، شرافت، بزرگی اور عظمت کا معیار حسب ونسب یا دنیوی وجاہت یا عہدہ نہیں ہے بلکہ بلندی اور بزرگی اور عزت کا معیار اللہ تعالی کے پاس تقوی ہے اور جو تقوی اختیار کریگا وہ اللہ کے پاس سب سے زیادہ معزز ومکرم اور محبوب ہوگا اور جو تقوی اختیار نہیں کریگا وہ ذلیل وخوار ہے۔

2.13 نمونہ کے امتحانی سوالات

1۔ درج ذیل عبارت پر اعراب لگائیے، اوراس کا ترجمہ کیجئے:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَنُوا إِن جَاءَ كُم فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوماً بِجَهَالَةٍ فَتُصبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُم نَادِمِينَ (6)
وَاعْـلَـمُـوا أَنَّ فِيـكُـمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُم فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمرِ لَعَنِتُّم وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي
قُـلُـوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصيَانَ أُوْلَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ (7) فَـضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ (8) وَإِن طَـائِـفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي
تَبْغِي حَتَّى تَفِيْءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَ تْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْن۔

2۔ درج ذیل عبارت کا بحوالہ متن تشریح وتوضیح کیجئے؟

إِنَّـمَـا الْـمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (10) يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ
قَـوْمٌ مِّـن قَـوْمٍ عَسَـى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ
وَلَا تَـنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (11) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ
آمَـنُوا اجْتَـنِبُـوا كَثِيْـراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن
يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (12 يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (13)

3۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی بتائیے:

لا تقدموا، ولا تجهرووا، تحبط، يغضون، تفى إلى امر الله ، يسخر، ولا تلمزوا، ولا تنابزوا

4۔ قرآن کی تاریخ کا مختصر خلاصہ بیان کیجئے.

5۔ ''سورہ حجرات'' کا خلاصہ بیان کیجئے

6۔ صنف کا تعارف اوراس کی ہیئت وصورت کو قلم بند کیجئے

7۔ ''سورہ حجرات'' کے متن کی خصوصیات اوراس کی اسلوب امتیازات کو تحریر کیجئے؟

2.14 مطالعے کے لئے معاون کتابیں

1۔ القرآن الکریم

2۔ التحریر والتنویر، محمد بن طاہر عاشور

3۔ تفسیر الکشاف، للکشاف